(ب) آپ نے اس نظم میں دیکھا کہ مالدار، ہزار، راہوار وغیرہ ایک جیسی آواز والے الفاظ ہیں۔ ہم ان کو "ہم قافیہ" الفاظ کہتے ہیں۔ آپ مندرجہ ذیل میں سے ہم قافیہ الفاظ کے جوڑے بنائیے:

مال- رسول- قدم- عالم- آج- جوش- احوال- کرم- قبول- اکرم- ہوش-تاج

(ج) مندرجہ ذیل جملوں کے آگے "صحیح" یا "غلط" لکھیے:

۱- حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کہا "نصف مال فرزندوں کا حق ہے۔"

۲- حضرت عمرؓ کے پاس اس روز کئی ہزار درہم تھے۔

۳- مِلّتِ بیضا سے مراد مُسلمان ہیں۔

۴- اِیثار کے لیے صرف زبانی اقرار کافی ہے۔

(د) "عِلم" واحد ہے۔ اس کی جمع "عُلوم" ہے۔ آپ بھی اسی طرح ذیل کے لفظوں کی جمع بنائیے:

سطر-نجم-فن-بحر-قبر-درس-شیخ-امر

علامہ اقبالؒ

پہاڑ اور گلہری

کوئی پہاڑ یہ کہتا تھا اک گلہری سے
تجھے ہو شرم تو پانی میں جاکے ڈوب مرے
ذرا سی چیز ہے، اس پر غرور! کیا کہنا!
یہ عقل اور یہ سمجھ، یہ شعور! کیا کہنا!
تِری بساط ہے کیا میری شان کے آگے
زمیں ہے پست مری آن بان کے آگے
جو بات مُجھ میں ہے، تجھ کو وہ ہے نصیب کہاں
بھلا پہاڑ کہاں، جانور غریب کہاں
کہا یہ سُن کے گلہری نے، منہ سنبھال ذرا
یہ کچّی باتیں ہیں دل سے اُنھیں نکال ذرا
جو میں بڑی نہیں تیری طرح تو کیا پروا
نہیں ہے تو بھی تو آخر مری طرح چھوٹا
ہر ایک چیز سے پیدا خدا کی قدرت ہے
کوئی بڑا، کوئی چھوٹا، یہ اُس کی حکمت ہے
بڑا جہان میں تجھ کو بنا دیا اُس نے
مجھے درخت پہ چڑھنا سِکھا دیا اُس نے

قدم اُٹھانے کی طاقت نہیں ذرا تجھ میں
نِری بڑائی ہے، خوبی ہے اور کیا تجھ میں؟
جو تُو بڑا ہے تو مجھ سا ہنر دکھا مجُھ کو
یہ چھالیا ہی ذرا توڑ کر دکھا مجُھ کو
نہیں ہے چیز نکمّی کوئی زمانے میں
کوئی بُرا نہیں قدرت کے کارخانے میں

مشق

(الف) نیچے دیے ہوئے سوالات کے جوابات لکھیے:

۱- پہاڑ نے گلہری سے کیا بات کہی؟

۲- گلہری نے پہاڑ کو کیا جواب دیا؟

۳- پہاڑ اور گلہری کے مکالمے کو نثر میں لکھیے۔

(ب) مندرجہ ذیل الفاظ اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

غرور۔غریب۔خوبی۔ہُنر۔نکمّی

(ج) دوا کی جمع بنانے کے لیے ہم دوا میں "ئیں" کا اضافہ کردیتے ہیں تو لفظ "دوائیں" بن جاتا ہے۔ اسی طریقے سے آپ حسبِ ذیل الفاظ کی جمع بنائیے:

گھٹا۔خطا۔جفا۔بلا۔صدا

بے نظیر شاہ

آمدِ بہار

گھٹا اُودی اُودی سی چھا گئی
بہارِ چمن رنگ پر آگئی
پروں کو اِدھر مور تولے ہوئے
گھٹائیں اُدھر بال کھولے ہوئے
وہ کویل عَجَب "نے" بجاتی ہوئی
پَپیہوں سے تانیں لڑاتی ہوئی
ہوا دوش پر شال ڈالے ہوئے
گھٹاؤں کے آنچل سنبھالے ہوئے
گھٹا میں وہ بگلوں کی ہر سُو قطار
کہ ظُلمت میں آبِ حیات آشکار
یہ کہسار میں راہ چُھوٹی ہوئی
سڑک سنگِ مرمر کی کُوٹی ہوئی
زمین وفلک پر ہے مستی کا شور
گرجتے ہی بادل کے چِلّائے مور